قرآن مجید قرآن مجید کی روشنی میں

یہ مقالہ مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب نے محاضراتِ قرآنی
کے اجلاس منعقدہ اکتوبر ۸۳ء میں پیش فرمایا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى
قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝

(سورۃ الشعراء ۔ ۱۹۲ ۔ ۱۹۵)

(ترجمہ) "اور بے شک یہ قرآن مجید رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا۔ اس تنزیل کو لے کر روح الامین نام کے فرشتے اترے ہیں۔ اس قرآن مجید کو آپ کے قلب پر نازل کیا گیا تاکہ آپ لوگوں کے نام ہمارے نوٹس کو جاری کر دیں۔ نہایت صاف ستھری اور کھلی ہوئی عربی زبان میں اسے اتارا گیا۔"

ہم نے اپنے مضمون کی ابتداء کے لئے سورۃ الشعراء کی ان آیات کا انتخاب کیا ہے جن میں قرآن مجید کی تنزیل کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔ تنزیل اور نزول اوپر سے کسی چیز کے نیچے اترنے کو کہتے ہیں۔ زمین پر بسنے والے لوگوں کی ہدایت کے لئے احکامات کا نزول ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۗ فَ	ابتدا میں لوگ ایک ہی امت تھے۔
بَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ	جب ان میں بگاڑ پیدا ہوا تو ان کی ہدایت
مُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ	کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ	خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے

اَلنَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ ؕ بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ حق کی بنیاد
(سورۃ البقرہ ۔ ۲۱۳) پر کتابیں نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے درمیان
جو اختلافات پیدا ہو چکے ہوں ان کا فیصلہ ان کتابوں کے ذریعے کر دیا جائے۔

اس آیت کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ آسمانی کتاب جب بھی اللہ کے کسی پیغمبر کو عطا کی گئی تو سر تا سر تنزیل تھی۔ قرآن شریف میں بارش، ملائکہ، روح اور عذاب کے لئے بھی نزول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور قرآن مجید کی جو تنزیل ہوئی ہے اس کے انتظام کی ایک ترتیب ان آیاتِ بیّنات میں بتائی گئی کہ آسمانِ دنیا سے حضرت جبریل علیہ السّلام قرآن مجید کو لے کر اترے اور اس قرآن مجید کو اتارنے کا مقام انسانیت کی سب سے اعلیٰ اور اشرف ہستی سب سے زیادہ مبارک اور قابلِ قدر شخصیت خاتم النّبیّین جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلب مبارک کو تجویز فرمایا گیا۔ اس کا ذکر سورۂ قدر میں بھی ہمیں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانیت کو یہ شرف عطا فرمایا کہ اس میں سے سب سے اعلیٰ ہستی کے قلب کو نزول کی جگہ تجویز فرمائی۔ چاہتے تو پہاڑوں پر بھی قرآن نازل کر سکتے تھے لیکن اتنی زبردست، جامد اور سخت مخلوق بھی کلامِ الٰہی کو سنبھالنے کا سلیقہ، حوصلہ اور طاقت نہ رکھتی تھی۔ ارشادِ رب ہے:

لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے
لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب
مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ؕ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ کر پھٹ جاتا۔ یہ مثالیں ہم انسانوں کے لئے
نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ۝ بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ اس میں غور و فکر
(سورۂ حشر ۔ ۲۱) کریں ــــ!!

معلوم ہوا کہ انسان کا قلب مخلوقات میں سب سے زیادہ طاقتور چیز ہے۔ کسی کہنے والے نے خوب کہا ہے ؎

جڑیں پہاڑوں کی ٹوٹ جائیں فلک تو کیا عرش بھی کانپ اٹھتا
اگر میرا دل نہ روک لیتا تمام زورِ بیان تیرا

آسمانی نوٹس | قرآن مجید انسانوں کے لئے ایک طرف تو خدا کا پیغام ہے دوسری طرف ان کے نام آسمانی نوٹس (Notice) بھی ہے کہ دنیا چھوڑنے کے بعد ہمیں کن کن منزلوں سے گذرنا ہے اور کیا حالات پیش آئیں گے جن کے لئے انہیں اپنی موجودہ زندگی

میں تیاری کرنی بھی ضروری ہے۔

عربی زبان کی وسعت

پچھلی کتابوں کی طرح قرآن مجید کو بھی آخر کسی انسانی زبان میں نازل ہونا تھا۔ عربی زبان سے بہتر پوری انسانیت کو خطاب کے لئے کوئی اور زبان ساتویں صدی مسیحی کی ابتدا میں نہیں ہو سکتی تھی۔ تب تو کیا اب بھی عربی کے سوا کوئی ایسی زبان نہیں جو ایک طرف تو خدائی کلام کی متحمل ہو اور دوسری جانب انسانی آبادی کو (چاہے وہ عربی زبان جانتی ہو یا نہ جانتی ہو) سہل الحصول طریقہ سے اللہ کا کلام سمجھا سکے۔

دنیا کی چند کلاسیکل زبانوں (Classical Languages) کے سوا اس وقت زمین پر جتنی انسانی زبانیں بولی جاتی ہیں قریب قریب ان تمام زبانوں میں قرآن مجید کے الفاظ شعوری یا لاشعوری طور پر رواں دواں ہیں حتیٰ کہ برصغیر ہند و پاک میں بولی جانے والی کوئی ایسی زبان نہیں جس میں قرآن مجید کے ۱۰ تا ۴۰ فیصد الفاظ جاری و ساری نہ ہوں۔

حالانکہ یہ مقالہ اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ یہاں اس کی تفصیل بتائی جائے تاہم اتنا سن لیجئے کہ اسم، انعام، غضب، مکان، لباس، زوجہ، عورت، قدم، حمل، لفافہ، جہاز، امانت، وکیل، مقدمہ، علین، موقعہ، کرسی، صورت، تکیہ، سوال، جواب، جسم، بدن، وزن، خالص، دنیا، دار، غور، تعجب اور اس طرح کے ہزاروں ہزار سادے الفاظ ہیں کہ بڑی بڑی زبانوں کی کیا بات مراٹھی زبان وسطِ ہند کی چھوٹی سی زبان ہے جو قرآن مجید کے ہزاروں الفاظ اپنے دامن میں اب بھی سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارے بزرگانِ دین نے قرآن مجید کی اس ملک میں ایسی زبردست خدمت کی ہے کہ بغیر کسی تختِ سلطنت کے محض اللہ کے بھروسے اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچایا اور اس طاقت اور قوت کے ساتھ اللہ کے احکامات لوگوں تک پہنچائے جس کی وجہ سے قرآن مجید کے الفاظ کی ایک بڑی بھاری تعداد مقامی زبانوں پر اپنے معنی اور مفہوم کے ساتھ ایسے مسلط ہوئے کہ آج بھی ان زبانوں میں سرِفہرست وہ الفاظ بولے جاتے ہیں جو خاص الخاص قرآن مجید کے ہیں حتیٰ کہ قمیص، جیب، دماغ، فرش، قریب، مقام، دعا، عذاب، ثواب، ظلم، جرم، فضیلت، عبادت، منطق، حجت، قول و قرار، طوفان، داخلہ، اخراج، شکر، رحم، جزا، والد، اولاد، خبر، اخبار، اگر موقع ہوتا تو اس محفل میں ہزاروں الفاظ بتائے جا سکتے تھے لیکن ایک ہلکا اندازہ ہو اس لئے آپ کو چند اشارے دے دیئے گئے۔

بہر حال ان آیات بیّنات پر (جو ہم نے شروع میں تلاوت کی تھی) ایک نظر ڈال لیں تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید کسی انسان کی تصنیف نہیں بلکہ ربّانی تنزیل ہے اور اس تنزیل کا واسطہ فرشتۂ اعظمؑ سے رسولِ اعظمؐ تک اور رسولِ اعظمؐ سے لے کر عام انسانوں تک قائم ہوتا ہے۔ اسی لئے کسی عام انسان کو اللہ سے ہمکلام کرا دینا، یا خدا سے بات کرا دینا یا خدا کی بات اس کے منہ میں ڈال دینا یہ قرآن مجید کا سب سے بڑا اعجاز ہے۔

اس مقالہ میں کسی بحث اور تکرار کے بغیر قرآن مجید کو خود قرآن مجید کی روشنی میں دیکھنے کے لئے حسب ذیل آیت کو نگاہ میں رکھنا چاہیئے۔

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

(سورۃ الفرقان - ۳۳)

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم آپؐ کے مخالفین کتنی ہی طاقت لگا دیں کوئی بھی بات لا کر کھڑی کریں گے۔ اس کے مقابلے میں ہم حق بات کو نازل فرما دیں گے اور اس کی نہایت حسین اور خوبصورت تفسیر بھی۔

بہت سے علمائے ربّانی نے اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت کی شرح میں اسی مضمون پر مشتمل دوسری آیات کو لا کر بات سمجھی یا سمجھائی جائے تو آدمی وحی کے فطری دائرے سے ہٹنے کے خطرے سے محفوظ ہو جائے گا۔

یہاں یہ بات بھی نہ بھولنی چاہیئے کہ قرآن مجید کی عمومی شرح و تفسیر، احکامات میں خلاصہ، احکاماتِ الٰہی کو نافذ کرنے کی ترکیب و ترتیب، نیز انسانی زندگی کے جملہ معاملات میں چاہے وہ سماجی ہوں یا انفرادی، تمدّنی ہوں یا عمرانی، عبادات کے ہوں یا معاملات کے، امورِ سلطنت کے ہوں یا زمین میں کسی طرح کے بھی بند و بست سے متعلق ہوں اس کے لئے صاحبِ قرآن جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اسوۂ حسنہ حدیث شریف کی روشنی میں ہمارے پاس موجود ہے۔ نیز آپؐ کے صحابہ کی نورانی زندگیاں، علمی فیصلے اور عملی نمونے یہ تمام کی تمام ربّانی نعمتیں اس امّت کے پاس آج تک محفوظ ہیں۔ یہ بھی قرآنِ مجید کی تفسیر کا ایک مضبوط اور بے ضرر اور نہایت ہی معتبر ذریعہ ہے جو مسلمانوں کے سوا کسی آسمانی کتاب کی دعویدار امّت کے پاس موجود نہیں۔

اور پہاڑ، روشنی اندھیرا، پیدائش اور موت، پوری زمین کا اپنے محور پر گھومنا اور مدار میں گردش کرنا، موسموں کا پھیر بدل، قطرۂ منی پر انسان کی تصویر کا بن جانا، بطن مادر میں ایک مدت تک کے لئے استقرار، پھر جس راستے سے اس کا دنیا میں آنا یہاں چند دن رہنے کے بعد میں قبر میں سونپا جانا، نسلاً بعد نسل ہر سو سال کی مدت میں انسانی قافلوں کے ڈیروں کا اٹھ جانا اور اس کی جگہ دوسروں کا لے لینا۔ عورت اور مرد کے جوڑے کا تناسب انسان کی دنیاوی حیات کے لئے اس کی ساری ضرورتوں کا پورا ہو جانا، انسان کی اختیاری زندگی میں اسے ایک حد تک آزادی کا ملنا۔ غیر اختیاری زندگی میں فطرت کے شکنجے میں اس کا بے بس ہونا کیا یہ سب چیزیں اس بات کی دلیل نہیں کہ انسان کی زندگی کا دائرہ غیر انسانی ذی ارواح کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہے۔ اور پھر ایک طرف تو زندگی کے دائرے کا وسیع ہونا اور دوسری طرف عمرِ دراز کے ڈھانچہ کا ایک صدی کے اندر اندر ہی بکھر جانا جو بھی یہاں سے مر کر چلا گیا ہو اس کا واپس نہ آنا، کسی انسان نے اگر اپنی فطرت کو مسخ نہیں کیا تو یہ سب باتیں آج کے دور میں ایک عالمی ہدایت نامہ کی انسانیت کے لئے محتاجی کی دلیل ہیں۔

انسانی زندگی کے پچھلے ادوار میں زمین پر چونکہ آبادی اتنی گھنی نہیں تھی اور ان کے مسائل اور وسائل دونوں محدود تھے تو اللہ نے ان کے لئے مقامی ہدایت ناموں سے اور علاقائی نبوتوں سے حیاتِ دنیا کا بندوبست قائم کر دیا۔ لیکن اب آدمیت کا کنبہ پوری زمین پر پھیل چکا ہے اور زمین باوجود وسیع ہونے کے انسانیت پر تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ پچھلے ادوار میں ایشیاء، یورپ، افریقہ، وغیرہ کے انسان ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے۔ لیکن نزولِ قرآن کے بعد ان کے تعلقات عالمی سطح کے ہو گئے اور اب تو موجودہ زمانے کے لوگوں کے وسائل اور مسائل کا دائرہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ پورے انسانی قافلے کے لئے تمام برِاعظم گھر آنگن بن کر رہ گئے ہیں۔ ایسے موقعوں پر کسی مقامی ہدایت نامہ سے یا علاقائی نبوت سے آگے بڑھ کر سارے عالم کے لئے ایک ہی نصیحت نامہ اور ایک ہی نبوت کا انسانی فطرت برابر تقاضا کئے جا رہی تھی۔ اسی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت فرمائی اور آپ پر نزولِ قرآن کی تکمیل بھی فرما دی۔ اس لئے اب یہ ماننے اور قبول کرنے کے سوا

(سورۂ مریم - ۶۴) بغیر اتر ہی نہیں سکتے جب اس کا حکم
ہوتا ہے تب ہی ہم پیغام لے کر نازل ہوتے ہیں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک موقع پر طویل مدت تک جبرئیل علیہ السلام کے نہ آنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا اور جب حضرت جبرئیل علیہ السلام زمین پر آئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی تو شوقِ ملاقات میں حضرت نے فطری طور پر دریافت فرمایا کہ اتنی طویل مدت انتظار کرایا۔ بہت دیر کے بعد آئے ہو اس پر جبرئیل امینؑ نے یہ جواب دیا کہ ہم آپؐ کے پروردگار کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہو سکتے ــــــ !!

مکمّل انتظامات سے بھرپور پکّا اور صحیح راستہ

اِنَّ هٰـذَا الْقُرْاٰنَ یَهْـدِیْ بلاشبہ یہ قرآن وہ صحیح راستہ دکھاتا ہے
لِلَّـتِیْ هِیَ اَقْوَمُ جو نہایت ہی مضبوط بند و بست والا
(سورۂ بنی اسرائیل - ۹) سیدھا راستہ ہے

آدمی کی زندگی کے سفر میں بے شمار پگ ڈنڈیاں آتی ہیں، پھیر بدل کی راہیں آتی ہیں۔ راستہ مضبوط اور بند و بست معقول ہو، صراطِ مستقیم ہو ایسا راستہ کلامِ الٰہی نے دنیا میں جاری کر دیا۔ اب کسی کو زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ آسان اور صحیح راستہ یہی ہے۔

انسان کو دنیا کے سفر کا نقطۂ آغاز کس طرح شروع کرنا پڑا اور وہ کہاں سے آیا؟ کیوں آیا؟ اس کو زمین پر رہنے بسنے کا کتنا وقفہ دیا گیا؟ موت کیا ہے؟ موت کے بعد انسان کہاں جاتا ہے؟ مرنے کے بعد آدمی پر کیا بیتے گی؟ کن کن منزلوں سے اس کا واسطہ پڑتا ہے؟ کیا یہاں کی زندگی مکمّل ہے؟ اور اس کے بعد کسی دوسری زندگی کا ہونا ممکن نہیں۔ کیا آدمی بغیر کسی چیز کے پیدا ہو گیا؟ یا خود اس نے اپنے آپ کو پیدا کر لیا؟ کیا انسان کا کوئی مالک اور خالق نہیں؟ کیا انسان کسی کے سامنے جوابدہ نہیں؟ کیا دنیا میں اس نے جو کام انجام دیئے ہیں اچھے یا برے ان کا کوئی نتیجہ نکلنے والا نہیں؟ اگر نکلنے والا ہے تو اس کی کیا صورت ہو گی؟ کیا اس بغیر ستون کے آسمان کا کوئی بنانے والا نہیں ہے؟ کیا یہ سورج چاند ستارے، ہوا، بادل، پانی، سمندر، ندی نالے، دریا، جنگلات

اور پہاڑ، روشنی اندھیرا، پیدائش اور موت، پوری زمین کا اپنے محور پر گھومنا اور مدار میں گردش کرنا، موسموں کا پھیر بدل، قطرۂ منی پر انسان کی تصویر کا بن جانا، بطن مادر میں ایک مدت تک کے لئے استقرار، پھر جس راستے سے اس کا دنیا میں آنا یہاں چند دن رہنے کے بعد میں قبر میں سونپا جانا، نسلاً بعد نسل ہر سو سال کی مدت میں انسانی قافلوں کے ڈیروں کا اٹھ جانا اور اس کی جگہ دوسروں کا لے لینا۔ عورت اور مرد کے جوڑے کا تناسب، انسان کی دنیاوی حیات کے لئے اس کی ساری ضرورتوں کا پورا ہو جانا، انسان کی اختیاری زندگی میں اسے ایک حد تک آزادی کا ملنا۔ غیر اختیاری زندگی میں فطرت کے شکنجے میں اس کا بے بس ہونا کیا یہ سب چیزیں اس بات کی دلیل نہیں کہ انسان کی زندگی کا دائرہ غیر انسانی ذی ارواح کے مقابلے میں زیادہ وسیع ہے۔ اور پھر ایک طرف تو زندگی کے دائرے کا وسیع ہونا اور دوسری طرف عمرِ دراز کے ڈھانچہ کا ایک صدی کے اندر اندر ہی بکھر جانا جو بھی یہاں سے مر کر چلا گیا ہو اس کا واپس نہ آنا، کسی انسان نے اگر اپنی فطرت کو مسخ نہیں کیا تو یہ سب باتیں آج کے دور میں ایک عالمی ہدایت نامہ کی انسانیت کے لئے محتاجی کی دلیل ہیں۔

انسانی زندگی کے پچھلے ادوار میں زمین پر چونکہ آبادی اتنی گھنی نہیں تھی اور ان کے مسائل اور وسائل دونوں محدود تھے تو اللہ نے ان کے لئے مقامی ہدایت ناموں سے اور علاقائی نبوتوں سے حیاتِ دنیا کا بندوبست قائم کر دیا۔ لیکن اب آدمیت کا کنبہ پوری زمین پر پھیل چکا ہے اور زمین باوجود وسیع ہونے کے انسانیت پر تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ پچھلے ادوار میں ایشیاء، یورپ، افریقہ، وغیرہ کے انسان ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے۔ لیکن نزولِ قرآن کے بعد ان کے تعلقات عالمی سطح کے ہو گئے اور اب تو موجودہ زمانے کے لوگوں کے وسائل اور مسائل کا دائرہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ پورے انسانی قافلے کے لئے تمام برِاعظم گھر آنگن بن کر رہ گئے ہیں۔ ایسے موقعوں پر کسی مقامی ہدایت نامہ سے یا علاقائی نبوت سے آگے بڑھ کر سارے عالم کے لئے ایک ہی نصیحت نامہ اور ایک ہی نبوت کا انسانی فطرت برابر تقاضا کئے جا رہی تھی۔ اسی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت فرمائی اور آپ پر نزولِ قرآن کی تکمیل بھی فرما دی۔ اس لئے اب یہ ماننے اور قبول کرنے کے سوا

انسانیت کے لئے کوئی اور چارہ نہیں رہ گیا کہ قرآن مجید ہی تمام انسانیت کے لئے ایک عالمی ہدایت نامہ ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ یہ قرآن تو اہلِ عالم کے لئے نصیحت ہے۔
(ص ۸۷)

قرآن مجید کے نزول کے مقاصد اور ترتیب پر حسبِ ذیل آیت ہمیں صاف صاف ہدایت دیتی ہے۔

وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ٥
(بنی اسرائیل - ۱۰۶)

اور اس قرآن کو ہم نے جدا جدا آیات میں اور وقفے کے ساتھ نازل فرمایا۔ تاکہ تم انسانوں پر اسے پڑھ کر سنا سکو۔ اور ہم نے ایک مخصوص انداز ے کے ساتھ اسے نازل فرمایا ہے۔

نزولِ قرآن میں ایسا نہیں ہوا کہ پوری کتاب یکجا طور پر اتار دی گئی ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا اور وقفے کے ساتھ ۲۳ برس کی مدت تک نزول ہوتا رہا۔ اتنی طویل مدت تک نزول کے بعد بھی مضامین میں یکسوئی، مقصدیت، عبارت میں بندش، ٹھوس اور ناقابلِ تبدیل حقائق کا ایک تسلسل ہے اور دھارا ہے جو کبھی ٹوٹنے نہیں پاتا۔ یہ بات کسی انسانی تصنیف میں نہیں پائی جاتی بلکہ کسی مصنف یا اہلِ قلم نے ۲۳ سال تصنیف کا کام کیا ہو تو ضروری نہیں کہ اول تا آخر اس کے سوچنے، بولنے اور لکھنے میں مقصد اور فکر کی یکسوئی پائی جاتی ہو بلکہ اسلوب اور اندازِ بیان تو کیا اتنی مدت میں آدمی کا نظریہ بھی بدل جاتا ہے اور پہلے کہی ہوئی بات سے یا تو رجوع کر لیتا ہے یا کوئی نئی راہ اختیار کر لیتا ہے۔ دنیا کے تمام اہم اور کثیر التصانیف مصنفین کی تحریر میں یہ نقص پایا جانا ایک فطری انسانی کمزوری ہے جس سے کسی بڑے سے بڑے مصنف کو بھی فرار نہیں جبکہ قرآن مجید اپنے اندازِ بیان میں مقصد اور اصول میں نظریۂ حیات میں اول تا آخر ایک ہی تسلسل پر قائم ہے۔ یہ دلیل ہے اس کے مُنَزَّل مِنَ اللّٰہ ہونے کی۔ اسی لئے فرمایا ہے کہ:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ کیا ان لوگوں نے قرآن میں تدبر

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ
لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا
كَثِيْرًا ۝ (سورۂ نساء۔۸۲)

نہیں کیا کہ اگر یہ کسی غیر اللہ کی طرف سے
ہوتا تو اس میں یہ لوگ بہت اختلاف
پا سکتے تھے۔

قرآن پڑھنے میں عجلت نہ کریں

قرآن مجید کو پڑھنے کا طریقہ بھی قرآن مجید میں بتا دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝
(سورہ المزمّل۔ ۴)

قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر اور تھم تھم کر پڑھو۔

یہ بھی فرمایا گیا کہ:

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ
اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ
رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝
(سورۂ طٰہٰ۔ ۱۱۴)

قرآن مجید کو پڑھنے میں عجلت مت کرو
اس کے پہلے کہ اس کی وحی تم پہ پوری
کی جائے یوں دعا کرتے رہو کہ اے میرے
پروردگار میرے علم کو اور بڑھا دے۔

اور ہمیں یہ آیت بھی قرآن شریف میں ملتی ہے کہ:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ
بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ
قُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ
قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝
(سورۂ القیٰمہ ۱۶-۱۹)

(صاحب قرآن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنی زبان کو تیزی
کے ساتھ حرکت میں لا کر عجلت نہ کیجئے۔
اس کا جمع کر دینا اور اس کا پڑھا دینا تمام
ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم اس کی قرأت
تم پر کر دیں تو اسی کو اتباع میں تم پڑھتے رہو۔

حضرت شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلویؒ نے اس آیت کے حاشیہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ کے پڑھنے کو اپنا پڑھنا فرمایا گیا۔

حدیث شریف کی بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ جب تشریف لاتے اور قرآن مجید پڑھ کر سناتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تیزی کے ساتھ ان کے ساتھ ساتھ پڑھنا شروع فرما دیتے۔ لیکن یہ ایک بڑی زبردست معجزہ کی بات ہوئی کہ حضورؐ کو یہ فرما دیا گیا کہ آپؐ اس طرح نہ کریں بلکہ جو قرأت ہو رہی ہے اسے سنیں۔ آپؐ کے دل میں اس قرآن مجید کو

جمع کر دینا اور پھر آپ کی زبانِ مبارک سے اس کا پڑھوا دینا یہ سب ہمارے ذمّہ ہے ۔

عالمی ھدایت نامہ قرآن مجید انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا گیا یہ اس معنٰی کی کوئی کتاب نہیں ہے جس معنٰی میں لوگ بعض دھارمک اور مذہبی کتابوں کا تصوّر رکھتے ہیں بلکہ اس کتاب کی حیثیت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی پانچ نمبر کی سورۃ، سورۃ مائدہ کی ۶۷ نمبر کی آیت میں ارشاد فرمایا :

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ (سورۂ مائدہ - ۶۷)	اے اللہ کے رسولؐ جو کچھ آپ کی طرف اللہ نے کلام نازل فرمایا اس کو لوگوں تک پہنچا دیجئے ۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو رسالت کا حق ادا نہ ہو گا ۔ رہا لوگوں کی مخالفت کا معاملہ اور ان کے مقابلے

کی بات تو ان تمام مواقع پر اللہ تعالیٰ آپؐ کو اپنی حفاظت میں رکھے گا اور آپؐ کے دشمنوں سے خود نپٹ لے گا ۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا کہ :

عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (سورۂ رعد - ۴۰)	آپؐ کا کام پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے ۔

کہیں یہ بھی ارشاد ہوا کہ :

بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورۂ الاحقاف - ۳۵)	ہماری بات پہنچا دو اور جو نہیں ماننے والے ہیں اور نافرمان ہیں انہیں کو ہلاک کیا جائے گا ۔

تمام آسمانی صحیفوں کا محافظ قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی طاقت بھی اسے بنا کر نہیں لا سکتی سورۂ یونس میں یہ مضمون بیان ہوا کہ

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ	یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی اسے ترتیب دے سکے یا بنا سکے لیکن اس کی یہ شان ہے کہ وہ تصدیق کرتا

وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۂ یونس - ۳۷)	ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی اور ایک مفصّل کتاب ہے جس میں کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں اور سب العٰلمین کی طرف سے اسے نازل فرمایا گیا۔

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ قرآن شریف کی ایک شان یہ بھی ہے کہ وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ انجیل خدا کی کتاب نہیں ہے، وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ توریت اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ وہ کسی صحیفۂ ربّانی کا انکاری نہیں اس نے یہ بھی نہیں کہا کہ صحیفۂ ابراہیمؑ کو مت مانو اور صحیفۂ موسیٰؑ ماننے کے قابل نہیں بلکہ اس نے تو یہ کہا کہ اے اہل کتاب! تم ایک بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (سورۂ آل عمران۔ ۶۴)	آپؐ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات پر جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم آپس میں ایک دوسرے کو رب قرار دیں۔

اہل علم اس کے معنی خوب سمجھتے ہیں اگر کوئی شخص قرآن مجید پر ایمان لے آتا ہے اور وہ موسوی ہے تو اسے اس کا موسیٰؑ بھی مل گیا اور توراۃ بھی اس کے ہاتھ آگئی — کوئی شخص قرآن مجید کو اگر اپنے ایمان کی بنیاد بنالیتا ہے اور وہ مسیحی ہے تو اس کا عیسیٰؑ بھی اسے مل گیا اور انجیل بھی اس کے ہاتھ میں محفوظ ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت اگر زیر مطالعہ رہے تو یہ بات مزید تفصیل کے ساتھ سمجھی جاسکتی ہے

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورۂ مائدہ - ۴۷)	اہل انجیل کو چاہیئے کہ انجیل میں جو کچھ اللہ نے نازل فرمایا اسی کے مطابق فیصلہ کریں جو شخص بھی اللہ کے حکم کو نہ مانے ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔

اس آیت شریفہ میں بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فِیْہِ میں غور کرنے کی ایک بات ہے معلوم ہوا کہ انجیل میں جو اللہ نے نازل فرمایا وہ کلام بھی کسی درجہ میں ہے اور لوگوں نے جو انجیل میں ملاوٹ کی ہے خدا کی کتابوں میں جو کچھ ڈال نکالا ہے وہ بھی انجیل کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔

لیکن قرآن مجید اس شان کی کتاب ہے کہ پچھلی آسمانی کتابوں پر مھیمن ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پچھلے زمانے میں جو کتابیں نازل فرمائی گئی ہوں ان میں سے ہر ایک کا وہ محافظ ہے۔ اسی لیئے ارشاد رب ہوا کہ مُھَیْمِنًا عَلَیْہِ (سورۂ مائدہ۔۴۸)

قرآن مجید عام آسمانی کتابوں پر حفاظت اور نگہداشت کی ذمہ داری کو قبول کرتا ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں لیکن اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والتسلیم میں سے ہر ایک اپنے سے قبل مبعوث فرمائے گئے نبی کی تصدیق کرتا ہے اور اپنے سے پہلے آئی ہوئی کتاب پر ایمان بھی رکھتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ پہلے نبی نے جو بات کہی تھی وہ برابر نہیں تھی اور وہ پہلی آسمانی کتابوں میں جو حکم بتایا گیا ہے وہ ٹھیک نہیں تھا بلکہ وہ تو یہ کہتا ہے زمانے کے لوگوں کو کہ اگر تم اہلِ کتاب ہو تو تمہیں اللہ کی کتاب کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ بعثتِ محمدیؐ کے پہلے جتنے نبی دنیا میں بھیجے گئے ان میں سے چند کو چھوڑ کر قریب قریب تمام انبیاء کو بندگی کی سطح سے اٹھا کر الوہیت کی حدوں میں داخل کرنے میں شیطان کا چھاپا اتنا تگڑا رہا کہ بہت سی بڑی بڑی قوموں میں نبوّت اور رسالت پر پردہ پڑ گیا اور جو نبی آیا اسے خدا کا اوتار بنا دیا گیا۔ پھر اس اوتاری سلسلہ میں غیر نبی بھی شامل کر لیئے گئے۔ اس گورکھ دھندے کے سبب شرک اور کفر کی ایک ایسی معجون مرکب بن گئی کہ نبوّت کا تلاش کرنا ذی فہم انسانوں تک کے لیئے مشکل ہو گیا۔ حتیٰ کہ زیادہ طویل مدّت کی تو بات ہی اور ہے آج سے دو ہزار سال پہلے کی نبوّتِ عیسوی کو الوہیت کے دائرے میں داخل کر کے مسیحی دنیا نبی سے محروم ہو کر شرک کے عمیق غار میں جا گری۔

پھر قدیم زمانے کے لوگوں کا کیا حال ہوا ہوگا کہ ایک طرف تو انہیں نبی اور غیر نبی کی پہچان مشکل اور دوسری طرف رہبر اور معبود کی پہچان بھی مشکل ہو گئی۔ شیطان نے اپنی

چالاکی سے یہ کام کیا کہ سارے انسانوں کا دین ایک ہوتے ہوئے بھی اس نے عقیدۂ نبوت کو بحث و تکرار میں ڈال کر ہر نبی کے نام پر سینکڑوں حصے داریاں قائم کر کے کئی کئی مذاہب کی تشکیل کر دی۔ اسلام ہو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپؐ کی تشریف آوری اور نزولِ قرآن کے بعد تمام سمجھ دار لوگوں کو ایسے باطل عقیدوں سے بچنے کے لئے فطری اور قدرتی راستہ مل گیا۔

تدبر اور تفکر کی دعوت قرآن مجید نے انسانوں کو تدبر اور تفکر کی دعوت دی۔ اس نے کسی کا اندھا اور بہرا ہو کر بے سوچے سمجھے کسی بات پر چلنا پسند نہیں فرمایا۔ سورۂ ص کی آیت نمبر ۲۹ میں یہ بیان ہے۔

كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ	یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے نازل
مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ	فرمایا ہے اے محمدؐ آپؐ کی طرف اس
وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ٥	کتاب کو بھیجا گیا ہے جو نہایت ہی
(سورہ ص ۔ ۲۹)	مبارک ہے اس لئے کہ اس کتاب

کی آیات پر یہ لوگ تدبر کریں اور جو عقل مند لوگ ہیں صاحبِ سمجھ ہیں وہ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

قرآن شریف نے تفکر سے تدبر سے، تذکیر سے اور عقل سے منع نہیں کیا بلکہ اس نے تو یہ کہا کہ:

وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى	جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے اور
الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ٥	خدا کی دی ہوئی عقل کا صحیح استعمال
(سورۂ یونس ۔ ۱۰۰)	نہیں کرتے اللہ تعالیٰ انہیں گندگی

کے اندر پھینک دیتا ہے۔

جو لوگ آسمانی کتاب نہیں رکھتے اور جن کے پاس نورِ نبوت کا روشن چراغ نہیں ہے وہ بھلے ہی اندھیرے میں رہنا پسند کرتے ہوں لیکن جو امت صاحبِ کتاب اور صاحبِ نبیؐ امت ہے اس کے لئے اندھیرے میں رہنا کبھی بھی مناسب نہیں مانا گیا۔

قرآن شریف نے اپنے بارے میں کہا کہ:۔

نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝	روشنی ہے اور کھلی ہوئی کتاب ہے
يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ	جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی رضا
رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ	پر چلنے والوں کو سلامتی کی راہ پر ڈال
وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ	دیتا ہے۔ اور تاریکیوں سے نکال کر
اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ	نور کی طرف لے آتا ہے اور ہر اس
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝	شخص کو راہِ راست پہ لگا دیتا ہے
(سورۂ مائدہ ۱۶-۱۵)	جو سیدھے راستے کی طرف چلنا چاہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ :-

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ	رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ ان پہ
رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا	اللہ کی آیتیں ہی کیوں نہ پڑھی گئی ہوں
وَّعُمْيَانًا ۝	قرآن شریف پڑھ کر بھی انہیں کیوں نہ
(سورۂ الفرقان - ۷۳)	سنایا گیا ہو تب بھی وہ اس پہ اندھے

بہرے ہو کر ہرگز نہیں گریں گے۔

بلکہ اس پہ غور و فکر کریں گے۔ غور و فکر کرنا تدبر کرنا قرآن مجید میں منع نہیں گیا۔ سورۂ یوسف کی ابتدا میں آپ کو یہ آیت ملے گی۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا	ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا
لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝	بنا کر نازل فرمایا تاکہ تم عقل سے اور
(سورۂ یوسف - ۲)	سمجھ بوجھ سے کام لو۔

عقل اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو ایک نہایت ہی عظیم نعمت دی گئی۔ اس نعمت کی جو لوگ قدر کرتے ہیں ان ہی کو آسمانی کتابوں کی اور آسمانی ہدایات کی صحیح قدر ہوتی ہے۔

جنگی قیدی اور قرآن

پچھلی جنگِ عظیم کے بارے میں ہم میں سے بہت سے لوگ کافی تفصیلات سے واقف ہیں۔ جاپانیوں نے جب اتحادیوں کو گرفتار کیا تو ان جنگی قیدیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ زندہ چھپکلیاں انہیں نگلوائی گئیں۔ اور انہیں کئی کئی دنوں تک پیٹیوں کے اندر بند کر دیا گیا۔ اسی طریقہ

اتحادیوں یعنی امریکہ روس اور برطانیہ نے جب جرمنی اور جاپان کے جنگی قیدیوں کو اپنے قابو میں لیا تو انہیں سخت عبرت ناک سزائیں دیں کہ بعض بعض کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ لوہے کی سلاخیں تپا کر ان کی ناک کے نتھنوں میں ڈالی گئیں۔ اور پنچیں یا نبورہ سے ان کے ناخن کو اس قدر زور سے دبایا گیا کہ وہ اپنے ملک کے خفیہ راز کو اگل دیں۔ اس اطلاع سے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دنیا میں جنگی قیدیوں کا اس زمانے میں (جس کو ہم تہذیب و تمدّن کے عروج کا زمانہ کہتے ہیں اور علم کا زمانہ کہتے ہیں، سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور کہتے ہیں) جب یہ حال ہے تو قدیم زمانے کے جاہلوں نے بھلا کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔

اس کے مقابلے میں قرآن مجید میں آپ جنگی قیدیوں کے بارے میں پڑھیں گے تو سورۂ توبہ کی چھٹی آیت میں آپ کو یہ مل جائے گا کہ :-

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ	اے محمدؐ! مشرکین میں سے اگر کوئی
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى	شخص آپؐ سے پناہ کا طالب ہو تو
يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ	اسے آپؐ پناہ دے دیجئے اور یہاں تک
اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ	اسے اپنے پاس روکے رکھئے کہ وہ
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔	اللہ کے کلام کو سن لے اور جب وہ
(سورۃ التوبہ - ۶)	اللہ کے کلام کو سن لے تو پھر اس کو اس

کی جائے امن تک پہنچا دیجئے یہ اس لئے کہ یہ لوگ ایسی قوم کے افراد ہیں جو حق کو نہیں جانتے

یعنی سچائی کے مقابلے میں، اللہ کی وحی کے مقابلے میں اور توحید کے مقابلے میں مشرکین نے جو جنگ چھیڑ رکھی ہے اس کی بنیاد کسی علم پر نہیں بلکہ محض جہالت پر اور رسومات کے اوپر ہے۔ آپ کے ذمّے ہم نے یہ بات ڈالی ہے کہ آپ اللہ کے کلام کو لوگوں تک پہنچا دیں۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسے خطرناک موقع پر جبکہ جنگی قیدی کو چھوڑنے پر بہت سی مشکلات کا سامنا اہلِ ایمان کو کرنا پڑ سکتا تھا لیکن اس خطرہ کو مول لینے کی اور اس کے بعد آنے والی مصیبتیں تھیں، اس کی کوئی پرواہ نہیں کی گئی۔ اور جنگی قیدیوں کے اس حق کو تسلیم کیا گیا کہ انہیں پہلے اللہ کا کلام سنا دیا

جائے پھر انہیں جائے امن تک پہنچا دیا جائے کہ وہ اپنی حالت کے اوپر غور کریں۔

قرآن کو لوگوں تک پہنچانا کوئی بھی شخص اگر غور و فکر کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھے گا اور دھیان سے اس کی تلاوت کرے گا تو اسے یہ بات ماننی پڑے گی کہ صاحبِ قرآن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس ذمّہ داری کو بہت ہی حسن و خوبی کے ساتھ نبھایا کہ جو کتاب آپؐ پر نازل فرمائی گئی تھی اسے آپؐ لوگوں تک پہنچا دیں۔ اس ذمّہ داری کو ادا کرنے کے لئے آپؐ نے بڑے بڑے خطرے مول لئے۔ اس کا ایک اشارہ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۱۵ میں ملتا ہے۔ صرف اشارہ ہی نہیں بلکہ واقعہ کی پوری تفصیل ہمیں معلوم ہو جاتی ہے۔ ارشادِ ربّ ہے:

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا	جب اُن پر ہماری آیتیں صاف صاف
بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ	پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات
لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ	کے امیدوار نہیں ہیں وہ پیغمبر سے یہ
هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا	کہتے ہیں کہ اس قرآن کے سوا کوئی
يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ	اور چیز لے آؤ یا اس میں کچھ رد و بدل
مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ	کر دو۔ آپؐ ان سے فرما دیجئے کہ یہ
اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ	میرے بس کی بات نہیں کہ میں اسمیں
اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ	سے اپنے جی سے کوئی چیز بھی تبدیل
يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلْ لَّوْ شَآءَ	کر سکوں۔ میں تو چل رہا ہوں اس
اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ	وحی کی طرف جو میری طرف کی گئی۔
وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۫ فَقَدْ	اور اگر میں نے ایسا کیا یعنی اس میں
لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ	کسی طرح کی تبدیلی کی بات سوچی تو
قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝	مجھے خوف ہے کہ اگر یہ نافرمانی میں
(سورہ یونس ۱۵ - ۱۶)	نے کی تو اپنے پروردگار کی طرف سے

بڑے دن کے عذاب کا مجھے اندیشہ ہے۔ آپؐ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت ہوتی کہ میں اس قرآن کو تمہیں پڑھ کر نہ سناؤں تو نہ سناتا اور اس کی خبر بھی تمہیں نہ

دیتا اس سے پہلے عمر کا ایک حصّہ میں نے تم میں گذارا ہے کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ۔

یہ آیات ہمیں چند اشارے دیتی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ صاحبِ قرآن جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر مامور تھے کہ وہ لوگوں کو قرآن مجید سنائیں۔ جنہیں قرآن مجید سنایا جا رہا تھا ان لوگوں نے اعتراضات کئے۔ ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ اس قرآن کے سوا اور کوئی بات کرو تو بات آگے بڑھے یا پھر اس میں کچھ تبدیلی کر لو۔ تو یہ فرمایا گیا کہ اسطرح کی تبدیلی کرنا میرے اپنے جی سے ممکن نہیں اور یہ بات مجھ سے ہو بھی نہیں سکے گی لہٰذا اسطرح کا سوچنا بھی ایک بہت بڑے بھاری عذاب کو اپنے سر لینے والی بات ہوگی۔ ایک اشارہ اس کے اندر یہ بھی ملتا ہے کہ یہ اللہ کی مشیّت ہے کہ میں نے اس کی تلاوت کی جب اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا تو نہ اس نے کلامِ مجید نازل فرمایا اور نہ ہی میں نے اس کی تلاوت کی تھی اور تمہیں کوئی خبر بھی نہیں تھی کہ یہ قرآن مجید مجھ پر اتارا گیا ہے۔ اپنی عمر کا ایک بڑا حصّہ میں نے تمہارے درمیان رہ کر گزارا ہے ۔

نزولِ قرآن کے پہلے تقریباً چالیس سال کی زندگی آپؐ نے مکّہ میں گذاری تھی۔ اسی کو دلیل بنایا گیا یہ فرمایا گیا کہ کیا تم میں عقل نہیں کہ چالیس سال تک ایک آدمی تم سے اس طرح کی کوئی بات نہیں کہتا۔ اب اللہ کی طرف سے اس پر جو حکم نازل کیا گیا ہے اسے غور سے سننا چاہیئے اور عقل کی کسوٹی پر اس کو پرکھنا چاہیئے نہ یہ کہ اس سے مطالبات کئے جائیں کہ یہ کردو اور وہ کردو ۔

معترضین کی اس طرح کی بہت ساری باتیں ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں فرمایا گیا مثلاً ایک جگہ ارشاد ہوا بات تو دراصل مشرکینِ مکّہ میں سے مخالف گروہ کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ :

لَوۡ لَا نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيۡمٍ ۝ (سورۂ زخرف : ۳۱)	کہ یہ قرآن ان دونوں بڑی بڑی بستیوں میں سے کسی عظیم آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا ۔

یعنی مکّہ اور طائف کے اندر بڑے بڑے رئیس تھے۔ ان میں سے کسی ایک پر اتارا جانا چاہیئے تھا۔ کیا ضرورت تھی کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نامی ایک جوان پر یہ اتارا جائے ۔

قرآن مجید میں ایک جگہ یہ فرمایا گیا کہ

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ (سورۂ زخرف : ۳۲)

کیا یہ تمہارے پروردگار کی رحمت کی تقسیم کے ٹھیکیدار بن گئے ہیں جو ایسی بات کہتے ہیں۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ہم نے حیات دنیا کی معیشت بھی خود ان کے اندر تقسیم کر دی ہے۔

(سورہ زخرف : ۳۲)

اور اپنی مرضی سے جس کو جتنا چاہا دیا جب دنیا کی معیشت جو ایک دن ختم ہونیوالی ہے اور زوال پذیر ہے، اس کو دینے میں ہم نے ان سے پوچھا نہیں تو اس رحمت ربانی جس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی، اس کے نزول کے بارے میں ہم ان سے بھلا کیونکر پوچھیں کہ کس پر اتاریں اور کس پر نہ اتاریں۔

قاری کا مشاہدہ انسان کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے کی ہے وہی انسان کا واحد خالق اور معبود ہے انسان کے ہر ہر حال سے وہ واقف ہے۔ قرآن شریف میں ہمیں یہ بات ملتی ہے کہ:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝

اور ہم انسان کی رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

(سورہ قٓ : ۱۶)

سورۂ یونس میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ

چاہے تم جس حال میں ہوتے ہو تمہارے علم میں ہوتے ہو کیا کر رہے ہو اور کس کام میں مشغول ہو اور جب قرآن مجید میں سے کچھ پڑھتے ہو اور اس پر کوئی عمل کرتے ہو تو اس مخصوص موقع پر ہم تمہارا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جب تم اس کام کو شروع کرتے ہو تو ہم تمہیں اپنے مشاہدہ میں لئے ہوتے ہیں اور تمہارے

مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ	پروردگار کی نگاہ سے کوئی ذرہ برابر بھی
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ٥	چیز زمین میں اور آسمان میں چھپی ہوئی
(سورہ یونس - ۶۱)	نہیں ہے بلکہ ذرہ سے بھی کوئی چھوٹی

چیز ہو یا بڑی چیز ہو تو اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی یہ سب کتاب مبین میں اللہ نے درج کر دیا ہے۔

اس آیت میں قرآن شریف پڑھنے والوں کی شان بیان کی گئی ہے۔ ان کا مرتبہ بتایا گیا ہے کہ جب وہ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدے میں ہوتے ہیں — کوئی شخصیت ہو، قوم ہو یا خاندان ہو یا کوئی گھرانہ ہو اور وہ قرآن مجید پڑھتا ہے تو جس وقت کلام الٰہی کی تلاوت شروع کی جاتی ہے تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان پر رحمت کا گھیرا ڈال دیتے ہیں اور تلاوت کے موقع پر جو کچھ بھی آدمی پڑھتا ہے وہ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایک بات تو یہ بتائی گئی۔

ایک اور بات یہ بتائی گئی کہ خود اللہ تعالیٰ مشاہدہ کرتا ہے ہر اس شخص کا جو قرآن شریف پڑھ رہا ہو۔ معنیٰ اس کے یہ ہوئے کہ اگر کوئی قوم اور ملت اللہ کی کتاب کی حامل ہو جاتی ہے تو آپ سے آپ اللہ کے مشاہدہ میں ہے اور جو اللہ کے مشاہدہ میں ہے وہ اس کی حفاظت میں بھی ہے۔

اس مضمون کی ایک اور آیت اپنے ذہن میں رکھئے کہ :

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ٥ لَّا	یہی وہ غلبہ والی کتاب ہے کہ جس میں
يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ	نہ باطل ادھر سے آسکا نہ ادھر سے اور
يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط	یہ ایک حکیم یعنی دانشمند اور دانا کی طرف
تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ٥	سے اور حمید یعنی تعریف کے مستحق مالک
(حٰمٓ السجدہ : ۴۲-۴۱)	کی طرف سے نازل فرمایا گیا۔

یہ آیت شریفہ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ کوئی فرد یا قوم دنیا میں غلبہ حاصل کرنا چاہے اور عزت حاصل کرنا چاہے تو کتاب اللہ کا حامل ہو جائے۔ خدا کی کتاب کو اگر کوئی بھی اٹھا لے تو وہ غالب ہوگا۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ	اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر

(سورہ آل عمران - ۱۶)   کوئی غالب نہیں آسکے گا۔

مسلمانوں کو بشارت ہو کہ اس گئے گزرے دور میں بھی انہوں نے اللہ کی کتاب کی حفاظت کی اور اس کو سینوں اور سفینوں میں محفوظ کر رکھا۔ لاکھوں لاکھ حفاظ آج روئے زمین پر پائے جاتے ہیں جو قرآن مجید کو اپنے سینوں میں محفوظ کئے ہوئے ہیں۔ نمازوں میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ کوئی نماز ایسی نہیں کہ جس میں قرآن مجید کا کوئی نہ کوئی حصہ آدمی پڑھتا نہ ہو۔ دنیا کی کسی دوسری کتاب کو چاہے وہ آسمانی ہی کیوں نہ ہو یہ حیثیت وفضیلت حاصل نہیں کہ اس کے پڑھنے کو اور اس کی تلاوت کو بندگی کے اندر داخل کیا گیا ہو۔ یہ فضیلت ومعراج تنہا قرآن مجید کو حاصل ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دنیا کے انسانوں کے سامنے پیش کیا گیا۔

تحفیظ القرآن اللہ تعالےٰ نے جتنی آسمانی کتابیں قرآن مجید کے پہلے نازل فرمائی تھیں، ان کی حفاظت کا جو اس کا دستور تھا، وہ علاقے کے لحاظ سے، انسانی آبادی کے لحاظ سے اور انسانوں کے ان طبقات کی ضرورت کے لحاظ سے تھا جو اس زمانے میں زندگی گذار رہے تھے، ان کے لئے مقامی ہدایت ناموں کی شکل میں جو کتابیں نازل فرمائی گئیں۔ ان کے تحفّظ کا انتظام اسی نسبت سے تھا جس نسبت سے اس زمانے کے لوگوں کی ہدایت مقصود رہی ہو لیکن قرآن مجید کا جہاں تک تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر لیا ہے

سورۂ الحجر میں ارشاد ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ	اس نصیحت نامہ کو ہم نے نازل فرمایا
وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ٥	ہے اور اس کی حفاظت ہم خود کریں
(سورہ الحجر - ۹)	گے ـــــ !!

یوں تو اللہ تعالیٰ نے جو بات اپنے ذمہ لے رکھی ہے حفاظت کی وہ اب تک الحمد للہ برابر ہو رہی ہے کوئی شخص قرآن مجید کو مانے یا نہ مانے اس پر ایمان لائے یا نہ لائے۔ اس کی ذمہ داری اور ثواب وعذاب اسی کے سر ہے لیکن جہاں تک اس کتاب کے محفوظ ہونے کا تعلق ہے اس میں کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن شریف الحمد للہ جوں کا توں محفوظ ہے جیسے اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے انسانوں کے سامنے پیش فرمایا تھا۔ قرآن مجید کی تمام تر سورتیں یکے بعد دیگرے محفوظ ہیں، کسی لفظ، حرف، یا شوشہ کی تبدیلی آج تک اس میں نہ ہو سکی اور نہ انشاء اللہ ہوگی۔ اسی طرح جہاں تک ذکر کا تعلق ہے یعنی یاد دہانی اور محفوظیت کا اور چرچے میں آنے کا تو فرمایا کہ:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ٥
(سورہ القمر۔ ۱۷)

ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا تو ہے کوئی جو اس نصیحت کو حاصل کرے۔

اسی طریقہ سے یہ بھی ارشاد ہوا۔

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ
(سورۃ العنکبوت ۔ ۴۹)

بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں کے اندر محفوظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی انسانوں کے اس گروہ کے ذریعہ حفاظت کی جن کو فرمایا کہ:

كِرَامٍ بَرَرَةٍ
(سورہ عبس۔ ۱۶)

نیکوکار اور اکرام والے لوگ

جنہوں نے ایک طرف تو قرآن شریف کو لکھ کر محفوظ کیا اور دوسری طرف اپنی یاد دہانی اور تحفیظ میں اسے سمو لیا۔ کیا دنیا کی کسی کتاب کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ لفظ بلفظ لاکھوں لاکھ انسانوں کو یاد ہو۔ سال میں ایک مہینہ جو رمضان شریف کا ہمارے یہاں آتا ہے، ہر سال لاکھوں لوگ محراب مسجد میں کھڑے کھڑے پوری کتاب ایک ماہ میں سنا دیں اور کروڑوں لوگ، صف باندھ کر باادب اجتماعی طور پر اسے سنتے ہوں۔

خود ہمارے ملک ہندوستان میں ۷ لاکھ سے اوپر مساجد ہیں۔ ان میں کچھ کو چھوڑ کر تقریباً سب جگہ الحمد للہ تراویح کا نظام قائم ہے اور وہ لوگ جو نہ کسی سلطنت کی مدد لیتے ہیں اور نہ کسی کے سہارے جیتے ہیں، محض اللہ کے نام پہ زندگی گذارتے ہیں، انہیں قرآن شریف ازبر یاد ہے جنہیں ہم حفّاظ کہتے ہیں۔ کھڑے کھڑے ۲۷ دن میں کوئی ۳۰ دن میں یعنی ایک مہینہ میں قرآن شریف محراب میں سنا دیتے

(بقیہ صـ۱۶ پر)